ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۳ اکتوبر ۱۹۵۹ء
ہدیہ چار آنے
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

درشانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ کے خصائل کو میں کیسے یوں بیاں کر دوں
کہ بحرِ بیکراں کو ایک کوزے میں رواں کر دوں
کوئی بھی دعویٰ کر سکتا نہیں ایسی روانی کا
سمندر سے سمجھ لینا یہ قطرہ ایک پانی کا

محمدؐ دین کا ہادی محمدؐ محسنِ اعظم
محمدؐ نور کا منبع، محمدؐ رہبرِ عالم
محمدؐ بے کسوں کے حال پر جو رحم کھاتا تھا
محمدؐ دوسروں کے جور کو جو بھول جاتا تھا

محمدؐ ذاتِ اطہر سے اُجالا کر دیا جس نے
محمدؐ نعمتِ ایماں سے دامن بھر دیا جس نے
محمدؐ رہنمائی کے لیئے قرآن جو لایا
محمدؐ رحمتیں جو ساتھ اپنے بیکراں لایا

محمدؐ جس نے الحادی فضاؤں کو مٹا ڈالا
محمدؐ جس نے سب کچھ دین کی خاطر لٹا ڈالا
غرض دُنیا میں جو کچھ بھی کیا تو دین کی خاطر
جو آیا دین کی خاطر، گیا تو دین کی خاطر

الٰہی اس جہاں میں سب کو تو سچا مسلماں کر
وہ قوت دے کہ چلتے جائیں سب نقشِ محمدؐ پر
محمدؐ کے اصولوں کو اگر اپنائے گا مومن
عَلم نُصرت تیری کا ہر جگہ لہرائے گا مومن

محمدؐ کی حیاتِ پاک اِک سچی کہانی ہے
ثنا کہتی ہے ہر شے خواہ زمینی آسمانی ہے

عرفان زمینی راولپنڈی

هفت روزه خدام الدین لاهور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۹ء | شمارہ ۴۲

طلباء اور طالبات کا یونیفارم

مغربی پاکستان کے محکمہ تعلیم نے صوبائی سکولوں اور کالجوں کے طلباء اور طالبات کے لئے جو یونیفارم تجویز کیا تھا۔ گورنر مغربی پاکستان نے اس یونیفارم کو رائج کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ اس حکم کا اطلاق صوبے کے تمام سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں پر ہوگا اور اس پر ۱۵ نومبر سے عملدرآمد شروع ہوگا۔

پرائمری مڈل اور ہائی سکولوں کے طلباء کے لئے سلیٹی رنگ کے ملیشیا کی قمیص اور اس کے ساتھ شلوار یا نیکر تجویز کی گئی ہے۔

پرائمری۔ مڈل اور ہائی سکولوں کی طالبات کے لئے نیلے رنگ کی سوتی قمیص۔ (پرائمری سکولوں کی طالبات کے لئے نیلے رنگ کے سوتی فراک کی بھی اجازت ہوگی) اور اس کے ساتھ سفید شلوار اور نیلے رنگ کا دوپٹہ تجویز کیا گیا ہے (پرائمری سکولوں کی طالبات کے لئے نیلے رنگ کے سوتی دوپٹہ کا استعمال ان کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔)

کالجوں میں بھی یونیفارم کے رواج کو لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ لیکن وہ اپنی مخصوص روایات کے مطابق یونیفارم خود منتخب کریں گے۔ البتہ ان کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ ایسا لباس منتخب کریں۔ جس میں نمود و نمایش کا عنصر نہ ہو۔

اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ہر زندہ اور خود دار قوم کا اپنا لباس ہوتا ہے اور وہ لباس اس قوم کی تہذیب اور ملکی ضروریات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس کو تجویز کرتے وقت قوم کی تہذیب اور ملکی ضروریات کے علاوہ آب و ہوا کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اس لئے ہر قوم کا اپنا قومی لباس ہی اس کے لئے بہترین لباس ہو سکتا ہے۔ دوسری قوم کے لباس کو اختیار کرنا کسی طرح بھی اس کے لئے مناسب نہیں۔ مثلاً سرد ملک کا جو لباس ہے وہ گرم ملک کے لئے قطعاً موزوں نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پہاڑی ملک کا لباس میدانی علاقوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں۔ لیکن غلامی میں قوم کے ضمیر کے ساتھ ساتھ اس کا لباس بھی بدل جایا کرتا ہے۔ عربی زبان میں کسی نے سچ کہا ہے۔

اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ

(لوگ اپنے بادشاہوں کی روش اختیار کر لیتے ہیں)

انگریز سے پہلے برِّ صغیر ہند و پاکستان میں ہندو اور مسلمان کا اپنا اپنا قومی لباس تھا۔ انگریز کے سوسالہ دورِ حکومت کا یہ اثر ہوا کہ دونوں نے اپنی قومی وضع قطع۔ تمدن۔ کلچر اور لباس کو چھوڑ کر انگریز کی ہر چیز اختیار کرنے ہی کو اپنے لئے راہ نجات سمجھ لیا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد انگریز بظاہر یہاں سے رخصت ہو چکا ہے لیکن وہ ہمارے دل و دماغ پر ابھی تک مسلّط ہے۔ ہمیں لباس پسند ہے تو انگریز کا تمدن پسند ہے تو انگریز کا۔ ان حالات میں ممکن ہے کہ سکولوں اور کالجوں کے لئے یونیفارم کا رواج ہمارے اندر نظریاتی اور ذہنی انقلاب پیدا کرنے کا کام دے۔ اس لئے ہم یونیفارم کے احکام کا خیر مقدم کرتے ہوئے قوم سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ یونیفارم کے معاملہ میں اپنے بچوں اور بچیوں سے ان احکامات کی پوری پوری پابندی کرائیں۔

اس سلسلہ میں ہم حکومت سے بھی کچھ کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسلام میں گھٹنوں سے لے کر ناف تک جسم کو ننگا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ نیکر میں چونکہ گھٹنے ننگے رہتے ہیں۔ اس لئے اس کا مسلمان بچوں میں رواج دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ یہ درست ہے کہ حکومت نے اس کو لازمی قرار نہیں دیا۔ بچوں کو اختیار ہے کہ وہ شلوار یا نیکر جو چاہیں استعمال کریں۔ لیکن اس میں ایک تو اسلام کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ دوسرے یونیفارم مقرر کرنے کا جو مقصد ہے وہ فوت ہو جائے گا۔ امیروں کے بچے نیکر استعمال کرنے لگیں گے اور غریبوں کے بچے شلوار اس طرح ان میں علی الترتیب احساس برتری اور کمتری پیدا ہو جائے گا۔

یونیفارم میں ملیشیا کے استعمال سے اس کی مانگ زیادہ ہو جائے گی ہمیں خطرہ ہے کہ اس کا بھاؤ نہ چڑھ جائے۔ حکومت کو اس سلسلہ میں ابھی سے مناسب اقدامات کرنے چاہئیں حکومت کو یونیفارم پر ہی اکتفا کر کے نہیں بیٹھ رہنا چاہیئے۔ بلکہ طلباء اور طالبات کے اندر کردار پیدا کرنے کی بھی فکر کرنی چاہیئے۔ <u>اس وقت ہمیں یونیفارم سے زیادہ کردار کی ضرورت ہے</u>۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قومی اور انفرادی لحاظ سے ہمارا کردار اتنا گرا ہوا ہے کہ ہم دنیا میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے اگر ہماری آئندہ نسل بلند کردار کی مالک ہو جائے تو قوموں کی صف میں ہمیں ممتاز جگہ مل سکتی ہے۔

کردار پیدا کرنے کے لئے موجودہ نظام تعلیم میں رد و بدل کی ضرورت ہوگی۔ تعلیمی کمیشن کی رپورٹ حکومت نے ابھی تک شائع نہیں کی۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ کمیشن نے کسی رد و بدل کی تجویز بھی پیش کی ہے یا نہیں۔ شاگردوں پر اساتذہ کے کردار کا بھی اثر پڑتا ہے۔ گھر کے بعد بچے کی زندگی کے بننے یا بگڑنے میں استاد کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ حکومت کو اساتذہ کے ٹریننگ کالجوں میں ان کے کردار کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔

هفت روزه خدام الدین لاهور
بذریعہ وی پی نہیں بھیجا جاتا
چندہ بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنا چاہیئے۔

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ سَمُرَۃَ رضؓ ابْنِ جُنْدُبٍ وَّالْمُغِیْرَۃِ رضؓ ابْنِ شُعْبَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ یُرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: سمرہؓ بن جندب اور مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص میری نسبت ایسی حدیث بیان کرے جسے وہ جھوٹا سمجھتا ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

تشریح:۔ جس شخص کو معلوم بھی ہو کہ جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر رہا ہوں وہ جھوٹی ہے، تو اُسے جھوٹوں میں کیوں نہ شمار کیا جائے۔

عَنْ مُعَاوِیَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ (متفق علیہ)

معاویہؓ سے روایت ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اُسے دین میں سمجھ دیتا ہے سوائے اس کے نہیں، میں تو تقسیم کرنے والا ہوں۔ دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

تشریح: میں تو ہر ایک کے مناسب حال تعلیم دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے تم میں سے اُسے سمجھنے کی توفیق دیتا ہے (کرمانی)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا (رواہ مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی سونے اور چاندی کی طرح کانیں ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بہتر ہوں وہ اسلام لانے کے بعد بھی بہتر ہیں جب علم دین سیکھ لیں۔

تشریح: جس طرح کانوں سے مختلف قسم کے جواہرات نکلتے ہیں۔ اسی طرح انسانوں کے وجود سے بھی عجیب طرح کے علوم اور حکمتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ جو شخص اسلام لانے سے پہلے بااخلاق اور شریف تھا وہ اسلام لانے کے بعد بھی معزز ہوگا، بشرطیکہ دین کا عالم ہو جائے جس پر اسلام میں عزت کا دارومدار ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْٓءَ خَرَجَتْ خَطَایَاہُ مِنْ جَسَدِہٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِہٖ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ عثمانؓ سے روایت ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح سے وضو کیا۔ اس کے گناہ اس کے بدن سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔

تشریح:۔ بدن کے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف صرف کرنے کا نام گناہ ہے۔ جو شخص اپنے اعضاء کو اس لیے دھو رہا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرمائے۔ یہ ایک لحاظ سے عملی طور پر توبہ کر رہا ہے۔ شریعت کا قانون ہے کہ وقتِ موت سے پہلے ہر شخص کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وضو کرنے والے کے سارے گناہ کبائر کے سوا خود بخود معاف ہو جائیں گے۔

عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ (متفق علیہ)

ترجمہ: انسؓ سے روایت ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے، اے اللہ جنوں کے خبیث مردوں اور عورتوں کے شر سے بچنے کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

تشریح:۔ خُبُثٌ خَبِیْثٌ کی اور خبائث خَبِیْثَۃٌ کی جمع ہے۔ خُبُثٌ سے مراد شیطانوں کے مرد اور خبائث سے مراد شیطانوں کی عورتیں ہیں۔ (فتح الباری)

یہ دعا بیت الخلاء میں قدم رکھنے سے پہلے پڑھی جائے تاکہ شیاطین اس کی شرمگاہ سے ناشائستہ حرکت نہ کریں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے تو ناک جھاڑے اور جو ڈھیلوں سے استنجا کرے تو طاق استعمال کرے۔

تشریح:۔ ناک جھاڑے تاکہ اندر جو بلغم ہو وہ خارج ہو جائے اور طبیعت صاف ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو، علاوہ اس کے بعض حدیثوں میں آتا ہے کیونکہ شیطان انسان کی ناک کے بانسہ پر رات گذارتا ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے لہٰذا یہاں بھی عدد طاق ہی کو شارع نے پسند فرمایا۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ رضؓ قَالَ ...... کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِلتَّھَجُّدِ مِنَ اللَّیْلِ یَشُوْصُ فَاہُ بِالسِّوَاکِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حذیفہؓ سے روایت ہے اس نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے اُٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔

تشریح: بعض روایتوں میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر مجھے اپنی اُمت کی تکلیف کا خطرہ نہ ہوتا تو ہر نماز کے وقت اُن پر مسواک کرنا لازم کر دیتا اور یہ بھی آیا ہے کہ مسواک والی نماز کا درجہ ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دن یا رات کو جب بھی سو کر اُٹھتے تو وضو سے پہلے ضرور مسواک فرماتے۔

خطبہ یوم الجمعہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۶ر اکتوبر ۱۹۵۹ء

محررہ جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْدُ

(۱) عبادت فقط اللہ تعالےٰ کی کی جائے
(۲) اور راہ نما فقط قرآن مجید کو بنایا جائے
(۳) اور ان دونوں مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے اپنے سامنے نمونہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رکھا جائے

پہلا مضمون

اللہ تعالیٰ کا تعارف

میں نے نمبر اول میں عرض کی ہے کہ عبادت فقط اللہ تعالیٰ کی کی جائے اب اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف کرانا چاہتا ہوں جو اس نے خود اپنا تعارف قرآن مجید میں کرایا ہے ۔ (ارشاد ہے ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝) پارہ عم ربع اخیر

ترجمہ ۔ کہدو ۔ وہ اللہ ایک ہے ۔ اللہ بے نیاز ہے ۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے اگر انسان

اللہ تعالیٰ کے اس اعلان

کو سمجھ لے اور ہر وقت یاد رکھے تو کبھی کوئی انسان شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتا اور عبادت کرے گا تو فقط ایک اللہ تعالیٰ کی کرے گا ۔

کیونکہ

اگر اللہ تعالےٰ کے سوا زمین اور آسمان میں بسنے والوں میں سے کوئی بھی عبادت کے قابل ہو سکتے تھے تو فقط انبیاء علیہم السلام یا ملائکہ عظام ہو سکتے تھے ۔ مگر وہ حضرات بھی الوہیت کی معنی کے سانچے میں پورے نہیں آ سکتے ۔ کیونکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام ماں باپ یا فقط والدہ محترمہ (مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے ذریعہ ہی سے دنیا میں آئے ہیں ۔ اس لئے ان حضرات میں کوئی بھی خدا بننے کے قابل نہیں ہے ۔ ان کے بعد ملائکہ عظام کو دیکھئے ان میں ایک دوسرے کے ساتھ برابری پائی جاتی ہے ۔ (اگرچہ ملائکہ عظام کی تعداد سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا ۔ باوجود اس کے ہمیں معلوم ہے ۔ کہ چار فرشتوں کا مرتبہ دوسرے ملائکہ عظام سے بہت بلند ہے اور چاروں کی ذمہ داریاں علیحدہ علیحدہ ہیں ۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے فلاں فرشتہ کا درجہ اعلےٰ ہے ۔ اور فلاں کا ادنےٰ ہے)

لہذا ثابت ہوا

کہ معبود بننے کا حق فقط اللہ تعالےٰ کی ذات ہی کو حاصل ہے ۔ کیونکہ الٰہ بننے کی شرائط فقط اسی کی ذات میں پائی جاتی ہیں ۔

فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنیکا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ملاحظہ ہو ۔ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ۙ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۝) سورۃ الزمر ع ۲ ۔ پ ۲۳)

ترجمہ ۔ کہدو مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اس کیلئے خاص رکھوں اور مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں ۔ کہدو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ۔ اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں ۔ کہدو میں خالص اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے اسکی عبادت کرتا ہوں ۔

قطعی فیصلہ ہوگیا

کہ معبود فقط ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے جب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں ۔ پھر اور کون ایسا ہو سکتا ہے ۔ جس کو معبود بنایا جا سکے

قیامت کے دن میں خسارہ

غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو قیامت کے دن خسارہ اٹھانا پڑیگا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا جن کے ساتھ بندگی کا تعلق دنیا میں قائم کیا تھا وہ تو کام نہیں آئیں گے اور اس دن حکومت فقط اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہوگی ۔ اور وہ ان لوگوں سے پہلے ہی بیزار ہے ۔ لہذا ان لوگوں کا داخلہ یقیناً دوزخ میں ہوگا اور وہاں سے نکل نہیں سکیں گے ۔

نہ نکلنے کا ثبوت

(فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝) ۔ سورۃ الزمر ع ۲ ۔ پ ۲۳

ترجمہ ۔ پھر تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو ۔ کہدو خسارہ اٹھانے والے وہ ہیں ۔ جنہوں نے اپنی جان اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارہ میں ڈال دیا ۔ یاد رکھو یہ صریح خسارہ ہے ۔ ان کے اوپر بھی آگ کے بادل ہونگے اور ان کے نیچے بھی بادل ہوں گے ۔ یہی بات ہے

جس کا اللہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔ اے میرے بندو۔ مجھ سے ڈرتے رہو

فرشتے بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں

(وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ) (الزمر ع ۸ پ ۲۴) ترجمہ۔ اور آپ فرشتوں کو حلقہ باندھے ہوئے عرش کے گرد دیکھینگے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

اب بتلایئے

اور بچا ہی کون ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ کا درجہ دیا جائے۔ جب ملائکہ عظام بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہوں تو پھر اور کس کو مجال ہے کہ زمین اور آسمان کی مملکت الٰہی میں کوئی دم مار سکے

تحریر سابق

سے یہ چیز صاف ہو گئی ہے کہ ایک اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی زمین و آسمان میں ایسا نہیں ہے۔ جس کو معبود بنایا جا سکے۔ وما علینا الا البلاغ

دوسرا مضمون

راہ نما فقط قرآن مجید کو بنایا جائے

اس کے متعدد شواہد

(اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ) سورۃ الاعراف ع ۱۔ پ ۸۔ ترجمہ۔ جو چیز تمہارے رب کی طرف سے تم پر اتری ہے۔ اس کا اتباع کرو۔ اور اللہ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں کی تابعداری نہ کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

حاصل

یہ نکلا کہ مسلمانوں کو فقط قرآن مجید کے احکام کی تابعداری کرنی چاہیئے اور اس کے سوا اور کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔

دوسرا

(اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱ پ ۱۵

ترجمہ۔ بے شک۔ یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں۔ اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ قرآن مجید بالکل سیدھا راستہ بتلاتا ہے (جو اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر جا پہنچائے) اور اس قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں سے انہیں بہت بڑا اجر ملے گا۔

تیسرا

(وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا) سورہ بنی اسرائیل ع ۹۔ پ ۱۵۔ ترجمہ اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمانداروں کے حق میں شفاء اور رحمت ہیں۔ اور ظالموں کو اس سے اور زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ قرآن مجید میں ایمانداروں کے لئے روحانی بیماریوں (مثلاً شرک۔ کفر۔ نفاق وغیرہ) سے شفا حاصل ہوتی ہے اور اس پر عمل کرنے کی برکت سے ان پر رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ ظالم جو اس پر عمل نہیں کرتے۔ ان کے لئے گھاٹا ہے۔ ان کی دنیا بھی برباد ہوگی اور آخرت بھی برباد ہوگی۔

چوتھا

(وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ) سورۃ النمل۔ ع ۱۔ پ ۱۹

ترجمہ۔ اور تجھے بڑے حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن دیا جا رہا ہے۔

حاصل

اللہ تعالیٰ جو حکمت والا ہے۔ اسکی طرف سے جو چیز بھی نازل ہوگی۔ اس میں حکمت یعنی دانشمندی کا نور ہوگا اور اس پر عمل کرنے والوں کا مسلک یقیناً دانشمندانہ ہو جائے گا۔ جس کی برکت سے نہ دنیا میں ذلیل ہوں گے اور نہ آخرت میں جہنم رسید ہونگے۔ اور حکیم ہونے کے ساتھ ہی وہ علیم بھی ہے۔ یعنی وہ ہر ایک معاملے کے ظاہر اور باطن اور حال میں اور مستقبل میں جو نتائج نکلنے والے ہوتے ہیں۔ ان سے پورے طور پر آگاہ ہوتا ہے۔ لہذا جو شخص اس علیم کے ارشاد کردہ اصول پر عمل کرے گا۔ وہ کبھی نقصان نہیں اٹھائے گا۔ اللھم اجعلنا منھم۔

پانچواں

(اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ) سورہ یوسف ع ۱ پ ۱۲

ترجمہ۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں تمہارے سمجھنے کے لئے نازل کیا ہے)

چونکہ قرآن شریف عرب میں نازل ہوا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے مخاطب عرب کے باشندے تھے۔ جن کی مادری زبان عربی تھی۔ اس لئے ان عربوں کو اللہ تعالےٰ خطاب فرما رہا ہے کہ ہیں نے اپنا قرآن عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ تاکہ تم اسے بآسانی سمجھ سکو۔ اور دنیا اور دین کے ہر معاملہ میں قرآن مجید کی راہ نمائی کے مطابق فیصلہ کرو۔

دوسرے ممالک کے باشندوں کیلئے

عرب کے باشندے چونکہ عربی زبان سمجھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے مخاطب عرب ہی تھے اس لئے قرآن مجید بھی عربی زبان میں نازل کیا گیا اور قرآن مجید سمجھانے والا پیغمبر بھی عرب کا باشندہ ہی تجویز فرمایا۔ چونکہ قرآن مجید تمام اقوام عالم کی اصلاح کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے دنیا کے کسی خطے اور کسی قوم کے لئے بھی اللہ تعالےٰ مصلح بھجوائے گا۔ تو وہ اسی زبان کا بولنے والا ہوگا۔ تا کہ ہم زبان ہونے کے لحاظ سے ان لوگوں کو بآسانی قرآن مجید کا مطلب سمجھا سکے۔

اسی قاعدے کے مطابق

آپ جس ملک یا جس قوم کے پاس جائیں گے۔ وہاں قرآن مجید کی

تبلیغ کرنے والے اسی ملک کی زبان بولنے والے ہوں گے تاکہ قرآن مجید کا مفہوم سمجھ کر لوگوں کے ذہن نشین کرا سکیں۔ مثلاً افغانستان میں جائیں گے تو قرآن مجید کو پشتو میں سمجھانیوالے عالم آپ کو ملیں گے۔ ایران میں جائینگے تو ایرانی زبان میں سمجھانے والے عالم آپ کو ملیں گے۔ بنگال میں جائیں گے تو بنگالی زبان میں قرآن مجید کا مفہوم سمجھانے والے علماء کرام آپ کو ملینگے غرضیکہ دنیا کا کوئی خطہ آپ کو ایسا نہیں ملے گا۔ جہاں قرآن مجید کی تبلیغ کرنے والے نہ گذرے ہوں یا آج کل موجود نہ ہوں۔

اسکی شہادت میں ایک عجیب واقعہ

میرے ایک دوست خاں صاحب احمدالدین صاحب مرحوم لاہور کے باشندے تھے۔ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ میں انگریزوں کے دورِ حکومت میں ایگریمنٹ (معاہدہ) کرکے افریقہ میں ریلوے لائن بنانے کے سلسلہ میں افریقہ گیا تھا۔ اور ہمارا قیام جنگل میں ایسی جگہ تھا۔ جہاں کہ وہاں کے سب باشندے ننگے رہتے تھے۔ بالکل مادر زاد ننگے ہوتے تھے۔ کہنے لگے میں ایک دن فجر کی نماز کے بعد اپنی چھولداری میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرا منہ قبلہ کی طرف تھا اور چھولداری کا دروازہ میری پیٹھ کی طرف تھا۔ مجھے کسی آدمی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ میں نے جو مڑ کر دیکھا تو میرے دروازے پر ایک ننگا کھڑا تھا۔ جب اس کی نظر قرآن مجید پر پڑی۔ تو وہ بھاگ گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک دنبہ اٹھا کر میرے پاس لایا اور دنبہ میرے سامنے کھڑا کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ دنبہ کیسے لائے ہو۔ کہنے لگا کہ یہ قرآن (جو تم پڑھ رہے تھے) ہمارا ہے۔ تمہیں اپنا مسلمان بھائی سمجھ کر تمہاری دعوت کے لئے یہ دنبہ لایا ہوں۔

غور کیجئے

برادران اسلام غور کیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ آخری پیغام حق (قرآن مجید) دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچانے کے لئے کیسا انتظام کیا ہوا ہے کہ افریقہ کے ننگوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مبلغین نے ان لوگوں کو قرآن مجید سے روشناس کرایا ہوا ہے۔ کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

نتیجہ ملاحظہ ہو

جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی مخالفت کرنے والوں کو آئندہ ذکر ہونے والا طعنہ دیا جائے گا۔ اسی طرح حضور انور کی بعثت کے بعد قرآن مجید کی مخالفت کرنے والوں کو بھی یہ طعنہ دیا جائے گا۔ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۝ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝) سورۃ الملک ع ۱۔ پ ۲۹ –

ترجمہ۔ جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا تھا وہ کہیں گے۔ ہاں۔ بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔ پر ہم نے جھٹلا دیا اور کہدیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

اے قرآن مجید کی مخالفت کرنیوالے انسانو

قرآن مجید کی مذکورۃ الصدر آیتوں کو آنکھیں کھول کر پڑھو اور قرآن مجید کا پیغام حق پہنچانے والوں کی مخالفت سے باز آ جاؤ۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ ورنہ یاد رکھو اللہ تعالےٰ نے تمہاری راہ نمائی کا حق بذریعہ قرآن مجید ادا کر دیا ہے اور مبلغ قرآن مجید بھی اپنا فرض منصبی ادا کر ہی جائے گا۔ تم مانو یا نہ مانو اس کا فیصلہ تم خود کر لو۔ وما علینا الا البلاغ

اتباع قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ پیش رکھنا ضروری ہے۔

ثبوت

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ سورۃ الاحزاب ع ۳ ۔ پ ۲۱۔ ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید پر عمل کرنے کا دعوےٰ کرے۔ مگر اس کا طرز عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کے مخالف ہے تو وہ شخص بھی گمراہ ہے۔ اس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہوگا اور اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔ کیونکہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ بعض اوقات متکلم کی کلام کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کئی آیتیں قرآن مجید میں ایسی نکلیں گی۔ جن کے مختلف مطلب لئے جا سکتے ہیں۔ ان متعدد احتمالوں میں سے جو مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجویز فرمائینگے اللہ تعالےٰ کی مراد وہی ہوگی۔ جو شخص حضور انور کی بیان کردہ صورت پر عمل کرے گا۔ وہ نجات پائے گا۔ اور دوسرا عذاب الٰہی میں مبتلا کیا جائے گا۔

کیونکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ نے اعلان فرمایا ہوا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝) سورۃ النجم۔ ع ۱۔ پ ۲۷ ترجمہ۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔

لہذا

قرآن مجید سے ثابت ہو گیا کہ دین کے معاملہ میں جو کچھ بھی آپ کی زبان مبارک سے نکلتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے آپ کے دل پر القا ہوتا ہے۔

حضور انور کے نمونہ کی مخالفت کرنے والوں کی سزا

(وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝) سورۃ النساء۔ ع ۱۷۔ پ ۵۔ ترجمہ۔ اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے۔ بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو

اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے۔ جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وُہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رح اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں "یعنی جب کسی کو حق بات واضح ہو چکے۔ پھر اس کے بعد بھی رسول ؐ کے حکم کی مخالفت کرے اور سب مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جدی راہ اختیار کرے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

فائدہ۔ اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا کہ اجماع اُمت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے۔ یعنی اجماع امت کو ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے۔ مسلمانوں کی جماعت پر۔ جس نے جُدی راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔

و ما علینا الا البلاغ

ڈاکٹر شمشیر علی خاں (انگلینڈ)

حضرت بلال حبشی رض

صحابہ کرام رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور دیوانے تھے۔ ان کی زندگی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق تھی۔ وہ قرآن مجید اور سنت رسولؐ کے اصلی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ رسولؐ کے ساتھ وہ بھی ہمارے لئے نمونہ بن گئے۔ وہ آج بھی دنیا کی نظر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین یادگار ہیں۔ انہی دیوانوں میں حضرت بلال حبشیؓ بھی تھے جو آج کل دمشق الشام میں آرام فرما ہیں۔ جب کوئی مسلمان بھائی دمشق جائے تو حضرت بلال رضؓ۔ حضرت یحییٰؑ اور خالد بن ولیدؓ۔ صلاح الدین ایوبیؒ کے مزارات کی زیارت ضرور کرے۔ یہ مزار ایسے ہیں جہاں جا کر ہر آدمی کو ان بہادروں اور نیک لوگوں کی یاد بے قرار کر دیتی ہے درود شریف اور قرآن پاک کا حصہ کچھ پڑھ کر ان بزرگوں کی روح کو ثواب بھیجے۔ بلال حبشیؓ وہ شخص ہیں۔ جن کو اسلام کے لئے گرم ریت پر لٹایا گیا۔ گرم پتھر ان کے سینے پر رکھے گئے۔ بے شمار ظلم سہے۔ مگر اپنے دل سے اپنے پیارے نبی کریمؐ کی محبت کو ذرا بھی کم نہ ہونے دیا۔ بلکہ محبت زیادہ ہوتی گئی۔ پھر خود اپنی زندگی کو وقف کرکے ہمیشہ کے لئے اللہ اور رسولؐ کے پیارے اور جنت الفردوس کے وارث بن گئے۔ آپ عاشق رسولؐ تھے۔ مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پانچ وقت اذان دیا کرتے تھے۔ بلال رضؓ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ چھوڑ کر دمشق میں آ گئے تھے۔ امیر معاویہ کا زمانہ تھا۔ ان کی ہر چیز رسول کریم کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ آج تقریباً چودہ سو سال بعد بھی جب مسلمان دمشق کے عام قبرستان میں ان کے مزار کی زیارت کے لئے اندر جاتا ہے۔ تو اس کو رسول کریمؐ کی خوشبو آتی ہے جب اندر جا کر انسان وہ عربی کے لفظ پڑھتا ہے۔ جو کہ رسول کریمؐ کی زبان سے بلال رضؓ کو بلانے کی غرض سے نکلتے تھے۔ وہی لفظ وہی عربی زبان ہر چیز دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرتی ہے۔ یہ لوگ تھے سچے عاشق رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ہر چیز رسول کریمؐ کے حکم پر قربان تھی۔ آج ہم بھی مسلمان ہیں۔ جن کے صرف نام مسلمانوں والے ہیں۔ کہنے کو تو ہر آدمی کہتا ہے کہ آج کل نماز اور عبادت میں دل نہیں لگتا اور نہ ہی اثر ہے۔ نماز عبادت اور درود شریف میں وہی اثر اور وُہی طاقت ہے جو کہ پہلے تھی۔ مگر ہم سچے دل سے نماز کو پڑھتے ہی نہیں۔ اگر آج ہم سچے دل سے نماز اور دوسری عبادت کو اُسی طرح سے ادا کریں۔ جس طرح کہ ہمارے پیارے نبی نے ہمیں بتلایا ہے رسول کریمؐ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔ آج بھی اگر ہم پانچ وقت نماز باجماعت اور رسول کریمؐ پر بے شمار درود بھیجیں۔ تو عبادت میں سکون آج بھی مل سکتا ہے لیکن سچے دل سے عبادت کی جائے۔ یہ وہ اسلام ہے۔ جس کی مثالیں یہاں یورپ میں بھی ملتی ہیں۔ خالد بن ولیدؓ اور دیگر بزرگوں کی بابت آئندہ لکھوں گا۔ میں دنیا بھر کا سفر کر چکا ہوں اور ہر قسم کے لوگوں سے ملا۔ بہت سے مذہبوں سے واقفیت کی۔ مگر جو سچائی اسلام میں ہے۔ دنیا میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ کاش ہماری قوم اس کی شیدائی بن جائے

دل میں جب خلوص ہو اور سجدے میں ہو نیاز
پھر باعثِ نجات ہے مسلم تری نماز

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کی لاہور میں تشریف آوری

جملہ متوسلین و متعلقین کی آگاہی کیلئے اطلاع دیجاتی ہے کہ حضرت اقدس مدظلہ العالی کوٹھی نمبر 32 جیل روڈ لاہور میں قیام پذیر ہیں

(امیر علی نیوز ایجنٹ ملتان)

مکتوب ۳۶ حاجی محمد لاہوری کے نام :- از جناب شیخ احمد سرہندی رح

اس بیان میں کہ شریعت تمام سعادت دنیویہ و اخرویہ کی کفیل ہے اور طریقت و حقیقت خادمان شریعت ہیں

شریعت کے تین جزء ہیں۔ (۱) علم۔ (۲) عمل (۳) اخلاص۔ جب تک یہ تینین جزء متحقق نہ ہوں۔ شریعت متحقق نہوگی شریعت متحقق ہوگی۔ تو رضائے حق سبحانہٗ حاصل ہوگی اور یہ رضائے باری ہی تمام سعادات دنیویہ و اخرویہ سے بلند و بالا ہے۔ ورضوان من اللہ اکبر۔ پس شریعت ہی تمام سعادت دارین کی ضامن ہے۔ اب کوئی مقصد نہ رہا کہ اس مقصد کے لئے شریعت کے علاوہ کسی امر کی احتیاج ہو۔ طریقت و حقیقت، جن کے ساتھ صوفیاء ممتاز ہیں۔ دونوں شریعت کے جزء سوم یعنی اخلاص کی تکمیل کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ پس ان دونوں کی تحصیل سے غرض تکمیل شریعت ہی ہے نہ کہ کوئی اور امر علاوہ شریعت کے احوال و مواجید، علوم و معارف جو صوفیا کو اثناء راہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ مقاصد نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی حیثیت ان خیالات کی ہے۔ جن سے اطفال طریقت کی تربیت ہوتی ہے۔ ان سب چیزوں سے آگے بڑھ کر مقام رضا تک پہنچنا چاہیئے کیونکہ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں مقامات جذب و سلوک کی انتہا ہے۔ اس لئے کہ منازل طریقت و حقیقت کو طے کرنے سے مقصود سوائے تحصیل اخلاص کے اور کچھ نہیں۔ اور اخلاص رضاء باریتعا کو متلزم ہے۔ تجلیات و مشاہدات عارفانہ سے گزار کر دولت اخلاص اور مقام رضا تک ہزار میں سے کسی ایک کو پہنچایا جاتا ہے۔ کوتاہ نظر لوگ احوال و مواجید کو مقاصد میں اور مشاہدات وتجلیات کو مطالب میں شمار کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے "زندان وہم و خیال" میں گرفتار اور کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ حصول مقام اخلاص اور وصول بمرتبۂ رضا ان احوال و مواجید اور علوم و معارف کے تحقق سے وابستہ ہے۔ لہٰذا یہ احوال و مواجید مقدمات مقصود ہیں (نہ کہ مقصود) مجھے یہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کامل دس سال کے بعد اس راہ میں چل کر واضح ہوئی ہے۔ اور شاہد شریعت کما حقہ جلوہ گر ہوا ہے ہر چند کہ میں شروع سے بھی احوال و مواجید میں گرفتار نہ تھا اور حقیقت شریعت کے تحقق کے علاوہ کوئی مقصد میرے پیش نظر نہ تھا۔ لیکن بعد عشرۂ کاملہ (پورے دس سال کے بعد) حقیقت امر پورے طریقے پر ظاہر ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ۔

مکتوب ۳۷ شیخ محمد خیری کے نام

اتباع سنت نبویہ کی ترغیب میں

تم نے جو مکتوب بھیجا تھا۔ اس کے مطالعہ سے مسرور ہوا۔ طریقہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت تم نے لکھی تھی الحمد للہ علیٰ ذالک ـــ حضرت حق سبحانہٗ اس طریقہ کے اکابر کی برکت سے ترقیات بے نہایت عنایت فرمائے یہ طریقہ کبریت احمر ہے۔ اور متابعت سنت پر مبنی ہے۔ یہ فقیر اپنے متعلق لکھتا ہے۔ کہ مدتوں علوم و معارف آب نیساں کی طرح مجھ پر برسے ہیں اور جو کام ہونا چاہیئے تھا۔ عنایت خداوندی سے انجام پایا۔ (لیکن) اب سوائے ایک آرزو کے کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔ اور وہ یہ ہے کہ سنت مصطفویہ میں سے کسی سنت کو زندہ کیا جائے۔

مکتوب ۳۹ شیخ محمد خیری کے نام

اس بیان میں کہ مدار کار قلب پر ہے محض اعمال صوری ہی سے کام نہیں بنتا

مدار کار قلب پر ہے۔ اگر دل غیر خدا میں گرفتار ہے۔ خراب و ابتر ہے۔ محض اعمال صوری اور عبادات رسمی سے کام نہیں چلتا۔ التفات ما سوائے سلامتی قلب ـــ اور اعمال صالحہ۔ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ دونوں چیزیں درکار ہیں۔ (مگر بغیر اعمال صالحہ بدنیہ کے سلامتی قلب کا دعوےٰ بھی محض باطل ہے۔ اس دنیا میں جس طرح بے بدن کے رُوح غیر متصور ہے۔ اسی طرح احوال قلبی بغیر اعمال صالحہ بدنی کے محال ہیں۔ بہت سے ملحدان زمانہ اس قسم کا (یعنی احوال قلبی بغیر اعمال صالحہ کا) دعوےٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے بُرے معتقدات سے ہمیں بچائے ـــ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں۔

مصائب میں جائے پناہ

تشریح مضامین معوّذتین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡد ۔

سورۂ فلق

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

ترجمہ :۔ کہدو صبح کے ربّ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس چیز کی بُرائی سے جو اس نے پیدا کی اور اندھیری چیز کی بُرائی سے جب وہ چھا جائے اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کی بُرائی سے۔ اور حاسد کی بُرائی سے جب وہ حسد کرے۔

احادیث متعلقہ معوّذتین

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم نے یہ آئتیں نہیں دیکھیں جو آج رات نازل ہوئی ہیں۔ ان جیسی آئتیں کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ وہ کونسی ہیں۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۔ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ (رواہ مسلم)

زید بن ارقمؓ سے روایت ہے ایک یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا یہ تکلیف آپؐ کو ایک عرصہ تک رہی۔ پھر آپؐ کے ہاں جبرئیل علیہ السلام آئے۔ فرمایا کہ ایک یہودی نے آپؐ پر جادو کیا ہے۔ اور فلاں کنوئیں میں آپؐ کے لیے گرہیں باندھ کر ڈالی ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ پھر آپ ان گرہوں کو نکال کر لائے اور انہیں آکر کھولا۔ جب ایک گرہ کھولتے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تکلیف میں تخفیف محسوس فرماتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کھڑے ہوئے جس طرح رسّی سے بندھے ہوئے کو چھوڑ دیا جائے۔ یہودی کو نہ تو یہ بات جتلائی گئی اور نہ اس نے کبھی کسی کے چہرہ پر اس بات کو محسوس کیا (اخرجہ النسائیؒ)

عائشہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ آپؐ نے چاند کی طرف دیکھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ اس کی برائی سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کیونکہ یہی غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ہے۔ (اخرجہ الترمذی)

ابو سعیدؓ خدری سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے جب معوّذتین (سورۂ فلق اور ناس) نازل ہوئیں دونوں کو اپنا معمول بہ بنایا اور باقی چیزوں کو چھوڑ دیا۔ (اخرجہ الترمذی والنسائی)

عبد اللہؓ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ لوگوں نے کہا...... یا رسول اللہ۔ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا۔ الحال المرتحل، پوچھا گیا...... الحال المرتحل کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا جو شخص اوّل قرآن سے چل کر آخر تک جا پہنچے۔ اور پھر نیا سفر شروع کرے یعنی پھر قرآن شریف کا دہرانا شروع کرے۔ (اخرجہ الترمذی)

مفہوم الاحادیث

ارشادات مذکورۃ الصدر سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔ کہ

۱۔ انسان اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پناہ میں نہ لے۔

۲۔ جسطرح جنّ انسان کے لیے موذی ہیں اُسی طرح انسان بھی انسان کے حق میں موذی ہو سکتا ہے۔

نوٹ : معلوم ہوا کہ ہر شخص شکل انسانی پانے والا مظہر انسانیت نہیں ہے۔ بلکہ بعض اُن میں مظہر شیطنت بھی ہوتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَعِذۡنَا مِنۡہُ وَجَمِیۡعَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۔

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روائت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اشیاء کی پیدائش ہمارے لیئے سراسر رحمت ہے وہ جس خدمت کے لیئے پیدا کی گئی ہیں۔ اس خدمت سے محروم رہنا بھی انسان کے حق میں ایک طرح کا شر ہے۔

۴۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روائت سے ثابت ہوا کہ ہر تکلیف اور مصیبت سے نجات پانے کے لئے جو راستہ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف سے بتلایا گیا ہے۔ اس سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں مل سکتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ادعیاتِ قرآنی بہترین وظائف ہیں۔

۵۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روائت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کا قرآن سے تعلق دائمی اور ضروری ہے۔ اگر غور و تدبر اور تلاوت سے ایک دفعہ فراغت پائے تو فوراً ہی دوسری دفعہ اس مخزنِ علم و حکمت کی دہرائی شروع کر دے۔ اللّٰھم وفّقنا لِمَا تحب وترضٰی۔

الاعتبار والتاویل

ترکیبِ انسانی

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک جسم جو نظر آتا ہے۔ دوسری روح جو ایک لطیف چیز ہے۔ دیکھنے میں نہیں آتی مگر ہر عقل مند اس کے وجود کو مانتا ہے۔ اس کے وجود سے انسان زندہ ہے۔ اگر وہ نکل جائے تو ڈھانچہ انسانی بیکار سمجھ کر ضائع کر دیا جاتا ہے۔ خواہ زمین میں دفن کیا جائے یا آگ میں جلایا جائے، یا دریا بُرد کر دیا جائے۔

راحت و رنج

دونوں جزء انسانی (جسم۔ رُوح) کے اسباب راحت و رنج علیحدہ علیحدہ ہیں مثلاً لذیذ کھانوں سے جسم کو لذت حاصل ہوتی ہے تو رُوح ذکرِ الٰہی سے مسرور ہوتی ہے۔

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ؕ ترجمہ: خبردار، اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے (سورۃ رعد رکوع نمبر۴ پارہ ۱۳)

جسم کو کسی چوٹ لگنے یا زخمی ہونے سے صدمہ ہوتا ہے لیکن رُوح کو بعض اوقات مذکورۃ الصدر صدمہ سے بھی زیادہ صدمہ پہنچتا ہے۔ حالانکہ بظاہر کوئی سبب تکلیف نہیں پایا جاتا مثلاً کسی پیارے عزیز کے انتقال کی خبر وحشت اثر آ جائے تو رونا چیخنا شروع کر دیتا ہے۔ جسم تو صحیح سالم ہے۔ لیکن رُوح صدمہ سے صدپارہ ہو رہی ہے۔

جلب نفع و دفع ضرر

انسان اپنی بے بقاء اور فانی زندگی تب پوری کر سکتا ہے کہ مفید چیزیں اسے میسر آتی جائیں۔ اور مضر اشیاء کی زد سے محفوظ رہے۔

توحید خالص

توحید تعلیم مذہب کا سنگ بنیاد ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنا رشتۂ عبودیت تمام ماسوی اللہ سے توڑ کر ایک مالک حقیقی جل مجدہٗ سے جوڑ لے اور توحید خالص یہ ہے کہ ہر جلب نفع اور ہر دفع ضرر میں فقط ایک خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے دروازہ کو کھٹکھٹائے۔ اور قبولیت درخواست میں خواہ کتنی ہی دیر ہو جائے لیکن اس کا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہ جائے۔

خلاصہ مضمون معوّذتین

سورۂ فلق میں جسم انسانی کو ضرر پہنچانے والی چیزوں سے بچنے کے لیئے پناہ الٰہی میں آنے کی تلقین ہے اور سورۂ ناس میں روح انسانی کو ضرر پہنچانے والی چیزوں کے شر سے بچنے کے لیئے پناہِ خداوندی میں آنے کی تعلیم ہے۔

مضمون سورۃ الفلق

تمثیل

انسان کی جنس الجنس جسم نامی ہے۔ اس لحاظ سے انسان میں تمام نباتی خصائص (مع شئ زائد) موجود ہیں۔ لہٰذا اگر انسان کو نبات کیساتھ تشبیہ دے کر لوازمات نباتیہ اس کے لیئے بھی ثابت کیئے جاویں تو عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

آفاتِ نبات

اناج میوہ جات وغیرہ اپنے مالک کے کام میں تب آسکتے ہیں جب چار قسم کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ پہلی آفت اُن چیزوں کا وجود ہے جن کی پیدائش اور خلقت ہی میں سبزی کے ساتھ عداوت ہے اور وہ سبزہ خور جانور ہیں۔ اس آفت کا ذکر مِن شَرِّ مَا خَلَقَ۔ میں ہے۔

دوسری آفت: نباتات کا اُن چیزوں کی امداد سے محروم رہنا جو اپنی تاثیر سے نباتات کے نشوونما میں مؤید ہیں جن کا ذکر وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ میں ہے مثلاً چاند کی روشنی کھیتی کے نشوونما کے لیئے بہت بڑی معاون ہے۔ لہٰذا کھیتی کا چاند کی روشنی سے محروم رہنا اس کے لیے پیغام موت ہے۔

تیسری آفت وہ ناگہانی بلائیں ہیں جن سے کھیتی کو پیغام فنا مل جائے۔ مثلاً گرمی یا سردی کی شدت ہو یا اولوں کی بارش ہو۔

چوتھی آفت حسد حاسد ہے جس کا ذکر وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ میں ہے حاسد کو حسد در اصل مالک سے ہے۔ وہ نعمت جو کارساز حقیقی عزاسمہٗ وجل مجدہٗ نے اپنے کسی بندے کو عطا فرمائی ہے۔ حاسد اس عطیہ پر معترض ہے کہ یہ محسود کو ملنے کی بجائے مجھ کو "حاسد کو" ملنی چاہیئے تھی۔ حسد حاسد کی آفت بھی کاشت پر بعض اوقات پڑا کرتی ہے۔ مثلاً گیہوں کا کھیت کاٹ کر مالک نے ایک انبار لگا رکھا ہے۔ حاسد مالک کی ذات کو نقصان پہنچا کر اپنا بیر نہیں لے سکتا۔ اب وہ اس مالک کی چھ سات ماہ کی کمائی (یعنی تودہ گیہوں) کو دیا سلائی کی ایک تیلی سے خاکستر بنا کر اپنے حسد کی آگ بجھاتا ہے۔

حاصل یہ ہے

کہ کاشت جب تک مذکور الصدر چار آفتوں سے بچ کر درجہ تکمیل تک نہ پہنچے مالک کے کام کی نہیں ہے اور جب ان آفتوں کی زد سے نکل جائے۔ تب مالک اسے اپنی قیام گاہ میں لیجاتا ہے۔ حفاظت سے اپنی زیر نظر رکھتا ہے۔ اپنے کام میں لاتا ہے اور اپنے معزز مہمانوں کی خاطر و تواضع میں اُسے صرف کرتا ہے۔

آفاتِ انسانی

اسی طرح انسان کے لیئے بھی چار قسم کی آفات ہیں۔ جب ان سب سے نجات پائے۔ تب مالک حقیقی کے کام آئے۔ ورنہ راستہ ہی میں بھٹک کر رہ جائے اور غفران کی بجائے خسران پائے۔ اور ان مصائب و آفات سے بچنا بجز امداد رب ناممکن ہے۔ اسی لیئے شرور کے ذکر سے قبل قُل اَعُوذُ بِرَبِّ الفَلَقِ کے ضمن میں مستعاذ بہ رب العزۃ عزاسمہٗ و جل مجدہٗ کی پناہ میں آنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِذنَا وَجَمِیعَ المُسلِمِینَ عَن ھٰذِہِ الاٰفَاتِ۔ پہلی آفت مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ان چیزوں کا وجود جن کی خلقت ہی میں انسان سے عداوت ہے مثلاً سانپ بچھو شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ۔

دوسری آفت وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ

ترجمہ: اور اندھیری چیز کی برائی سے جب وہ چھا جائے۔ تاریکی کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری تاریکی میں انسان طرح طرح کی مصیبتوں کا شکار ہوتا ہے مثلاً رات کی تاریکی میں شیطانوں کا انتشار ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن کو ظلمت سے مناسبت ہے۔ درندوں اور موذی جانوروں کو چلنے پھرنے کا موقع ملتا ہے۔ چور اور ڈاکوؤں کو غارتگری کی مہلت ملتی ہے۔ جس میں امن پسند، شریف الطبع، متمدن و مہذب آبادی کی ضروریات معاشی کے اسباب کو برباد کر دیتے ہیں۔

اسی طرح باطنی تاریکی بھی کئی طرح کے مصائب کا موجب بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کور باطن نہ تو اپنے حسن و قبح کو دیکھ سکتا ہے۔ نہ کسی ہادی کی ضرورت محسوس کر سکتا ہے۔ لہٰذا نہ اس کا سینہ نورِ اسلام سے منور ہوگا۔ نہ ہادی کا متلاشی۔ نہ محسنِ حقیقی کا فرمانبردار۔ نہ اخلاق انسانی سے آشنا۔ نہ اصولِ معاشرت سے واقف غرضیکہ سنگ ناتراشیدہ ہوگا۔ بارگاہ الٰہی میں وہ زندہ دل انسان نہیں کہلائے گا۔ بلکہ مردوں کی فہرست میں شمار کیا جائے گا۔ اَللّٰھُمَّ اَعِذنَا عَن ھٰذِہِ المَصَائِبِ۔ یَا مُجِیرُ۔

تیسری آفت: وَمِن شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی العُقَدِ۔ سے اعتبارًا وہ ناگہانی بلائیں ہوسکتی ہیں جو انسان کی قوائے فہم و ادراک کو عضو معطل کی طرح بنادیں۔ مثلاً جادو کا اثر انسان کی قوت عقلیہ کو مبہوت بنا دیتا ہے۔ قوت فیصلہ انسان کی صحیح کام نہیں کرتی اس قوت کے ضائع ہونے سے باقی تمام قوائے انسانی میں بھی اعتدال قائم نہیں رہتا غرضیکہ انسان کی ساری مشین میں خلل واقع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس مصیبتِ عظمیٰ سے بچنے کے لیئے بھی انسان کو اپنے مربی حقیقی عزاسمہٗ کی پناہ میں آنا ضروری ہے۔

چوتھی آفت: وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ہر ایک انسان پر بے شمار انعامات الٰہی ہیں۔ علاوہ اس کے اس نظام عالم میں بے انتہا شعبہ ہائے کار اور مختلف خدمات ہیں۔

اس جہان کے اصلی مالک خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ نے ہر کام کے لیئے علیحدہ

علیحدہ انسان پیدا کیئے ہیں۔

صحیح راہ عمل

صحیح راہ عمل تو ہر انسان کے لیئے یہ تھی کہ اپنی اپنی خدمتِ معیّنہ پر ہمت سے کام کرتا۔ اور دوسرے کے فرائض میں دخل نہ دیتا۔ چنانچہ فرمان باری جل مجدہٗ میں اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ (سورۃ النساء رکوع ۵) ترجمہ:۔ اور اس چیز کی آرزو مت کرو جس میں اللہ تعالےٰ نے تمہارے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ انتہیٰ۔

لیکن

حسب فرمانِ خالق جل مجدہٗ (وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ) ترجمہ (اور نفسوں میں بخل ڈال دیا گیا ہے) انسان اپنی نعمتوں پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ ہر طرح کی نعمتوں میں اعلیٰ سے اعلیٰ سرفرازی میرے لیئے مخصوص ہو جائے۔ تاکہ کوئی عزت کا عہدہ ایسا نہ ہو جس میں میرا نام نہ آئے اور میں ہی سارے ہمعصروں میں زیادہ ممتاز بن کر رہوں۔ اسلئے .... وہ باقی بنی نوع انسان سے حسد کرتا ہے۔ دراصل وہ تقدیر الٰہی پر معترض ہے۔ کہ فلاں نعمت سے فلاں شخص کو تقدیر نے کیوں ممتاز فرمایا۔ اس نعمت کا میں ہی حقدار تھا۔ اب مقدّر تقدیر قادر مطلق کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ البتہ جس شخص پر وہ نعمت قسّام ازل نے تقسیم کی ہے۔ اس سے ساری عداوت کا اظہار کرتا ہے۔ اور اپنے حسد۔ کینہ اور بغض کے باعث اسے چین نہیں لینے دیتا۔

اس چوتھی آفت سے بچنے کے لیئے بھی پناہِ الٰہی میں آنے کی تلقین کی گئی ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد بد ترین شر ہے۔ واقعہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حسد سے بڑھ کر کوئی شر نہیں ہے۔ کیونکہ جسقدر تکالیف ایک انسان کو دوسرے سے پہنچتی ہیں۔ اُن کا اصل منشاء صفتِ حسد ہی ہوتی ہے۔ اسی لیئے عقلاء نے کہا ہے کہ پہلا گناہ جو آسمان پر واقع ہوا ہے۔ وہ شیطان کا حسد آدمؑ پر تھا۔ اور پہلا گناہ جو زمین پر ہوا وہ قابیل کا حسد ہابیل پر تھا۔

الحاصل

سورۃ کا حاصل یہ نکلا کہ دنیا بھر کی تکالیف میں سے جس تکلیف میں انسان مبتلا ہو۔ تو سوائے کارساز حقیقی عزّ اسمہٗ وجل مجدہٗ کے دروازے کے اور کسی دروازہ پر نہ جائے اور فقط اپنے رب العزت کے دروازہ کو کھٹکھٹائے۔

کیوں کہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی قریب نہیں ہے۔ (نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ) اس کے سوا کسی نے قبولیت دعا کا ٹھیکہ نہیں لیا اور نہ لے سکتا ہے (اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ہوشیار و بیدار نہیں ہے۔ (لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۂ ناس

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ع

ترجمہ۔ آپ کہیئے کہ میں آدمیوں کے رب۔ آدمیوں کے بادشاہ۔ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں۔ وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جن ہو یا آدمی۔

الاعتبار والتاویل

استعاذہ

سورۂ فلق میں مستعاذ بہ ایک تھا اور مستعاذ منہ چار تھے۔ اور سورہ ناس میں مستعاذ بہ تین ہیں۔ اور مستعاذ منہ ایک ہے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ وَاَسْرَارِ كِتَابِهٖ) کہ انسان کے روحانی اور جسمانی دشمنوں میں سے بدترین وہ دشمن ہے جو انسان کی صحت روحانی کو اپنے حملہ سے مجروح کر دے۔ کیونکہ اگر خدا نخواستہ جسمانی صحت کسی شخص کی بگڑ بھی جائے۔ بلکہ کسی دشمن کا حملہ پیغام موت بھی ثابت ہو تو بھی خاتمہ جسم سے اس کا خاتمہ ہو جائے گا اور اگر کسی شخص کی روحانی صحت بگڑ جائے اور بد اخلاقیوں کا شکار ہو جائے۔ تو اس کی مصیبتوں اور ذلتوں کا خاتمہ جسمانی زندگی کے خاتمہ سے بھی نہیں ہوگا۔ اور وہ شخص دنیا کے بعد برزخ میں قیامت تک لعنتِ الٰہی میں مبتلا رہیگا۔ میدان حشر میں بھی مصیبتوں کا شکار ہوگا۔ اور بعد از تصفیۂ اعمال ابدی عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔

اللّٰھم اعذنا منہ وجمیع المسلمین۔

علاوہ

اس کے۔ روحانی دشمن ایسا چالباز۔ مکار۔ ہزاروں برسوں کا تجربہ کار خرانٹ واقع ہوا ہے۔ کہ اس نے لاکھوں۔ کروڑوں نہیں بلکہ بے انتہا بندگان خدا کو دوست نما دشمن بن کر راہِ حق سے ہٹایا۔ اور جہنم رسید کرایا ہے اور وہ ایسا بہروپیہ ہے۔ کہ صوفیوں میں صوفی۔ عالموں میں عالم، غنڈوں میں غنڈا بن جاتا ہے۔ مزید برآں وہ دشمنِ لعین خفیہ حملہ کرتا ہے۔ اور وار کرکے بچ نکلتا ہے۔ ایسے خطرناک دشمن کے مقابلہ کے لیئے زبردست ہتھیار لے کر کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔

اسلئے

سورۃ الناس میں ہم نے قادر مطلق۔ سب سے غالب خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی صفات میں سے تین صفتوں (ربوبیۃ ملکیّۃ۔ الوہیت) کی پناہ لی ہے اور سورہ فلق میں ایک صفت (ربوبیّۃ) کی پناہ لی تھی۔ صفات باری عز اسمہ کی غیر متناہی طاقت کا لحاظ کرتے ہوئے ایک صفت کا ذکر بھی کافی تھا۔ لیکن صفات ثلثہ کے ذکر کرنے سے دشمن کے خطرناک ہونے کا اعلان عام ہو گیا۔ تاکہ لوگ اس دشمن کا مقابلہ بیدار و ہوشیار ہو کر کریں۔ اور اس فتح کو فتح عظیم خیال کریں۔ واللّٰہ الموفق والمعین۔

صفات ثلثہ کا ذکر!

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کے ساتھ استعاذہ کیا گیا ہے۔ ربوبیۃ۔ ملکیۃ الوہیت۔ اس کی وجہ شائد یہ ہو۔ (واللّٰہ اعلم بمرادہٖ واسرار کتابہٖ) کہ انسان طبعاً اپنی فریاد رسی کے لئے یکے بعد دیگرے تین درجے طے کرتا ہے۔ ابتداء عمر میں اگر کوئی شخص اس پر ظلم کرے تو اپنے مربی والدین کے ہاں فریاد رسی کرتا ہے۔ جب ذرا بڑا ہو کر دنیا میں کاروبار میں مصروف ہو۔ اس وقت اگر اس پر ظلم ہو تو بادشاہ کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اگر وہاں بھی داد رسی نہ ہو تو پھر خدا تعالیٰ کی عدالت عالیہ کے سپرد کرتا ہے۔ کہ اگر میری حق تلفی ہوئی ہے تو

(باقی بر صہ ۱۸)

از عبدالرحمٰن لدھیانوی

آخرت میں مال و اولاد کی حقیقت

تمہارے مال و اولاد تمہاری آزمائش ہیں

اکثر اوقات انسان بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ان تعلقات کی وجہ سے کتنی برائیاں کرتا ہے اور کتنی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائش اور رضاجوئی اُسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتی۔ اس چکّر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو اہل و عیال اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں۔ وہ حقیقتاً اس کے دوست نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ بدترین دشمن ہیں۔ جن کی دشمنی کا احساس بھی بسا اوقات انسان کو نہیں ہوتا۔ اسی لئے حق تعالےٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو۔ جس کا نتیجہ اُن کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین برباد کرنے کے سوا اور کچھ نہو

(۱) اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ط وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ o پ۲۸-ع ۱۶- (ترجمہ) سوائے اس کے نہیں کہ تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

(مطلب) اللہ تعالےٰ مال و اولاد دے کر تم کو آزماتا ہے کہ کون ان فانی اور زائل چیزوں میں پھنس کر آخرت کی باقی و دائم نعمتوں کو فراموش کرتا ہے۔ اور کس نے ان سامانوں کو اپنی آخرت کا ذخیرہ بنایا ہے اور وہاں کے اجرِ عظیم کو یہاں کے مزوں اور عیشوں پر ترجیح دی ہے۔ اللہ سے ڈر کر جہاں تک ہو سکے۔ اس آزمائش میں ثابت قدم رہو اور اسکی بات سنو اور مانو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہوگا۔ مراد کو وہی پہنچتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لالچ سے بچاوے اور حرص و بخل سے محفوظ رکھے۔ اللہ کی راہ میں اخلاص اور نیک نیتی سے طیب مال خرچ کرو تو اللہ اس سے کہیں زیادہ دے گا اور تمہاری کوتاہیوں کو معاف کر دے گا۔

تمہارے مال و اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ج وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ o الخ۔ پ-۲۸-ع ۱۴- ترجمہ- اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال و اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں خسارہ میں، اور خرچ کرو ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے اس سے پہلے کہ تم میں کسی کو موت آ پہنچے تب کہے اے رب! کیوں نہ تو نے مجھ کو تھوڑی مدت کے لئے ڈھیل دی۔ کہ میں خیرات کرتا اور صالحین میں ہو جاتا اور اللہ کسی جی کو ہرگز ڈھیل نہیں دے گا۔ جب اس کا وعدہ آ پہنچا۔ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

(مطلب) آدمی کے لئے بڑے خسارے اور ٹوٹے کی بات ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو اور اعلےٰ سے ہٹ کر ادنےٰ میں پھنس جائے۔ مال اور اولاد وہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل نہ کرے۔ اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا۔ تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں قلبی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا۔

خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے۔ جو کچھ صدقہ و خیرات کرنا ہے۔ جلدی کرو۔ ورنہ موت سر پر آ پہنچیگی تو پچھتاؤ گے کہ ہم نے کیوں خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا۔ اس وقت (موت کے قریب) بخیل تمنا کریگا کہ اے پروردگار! چند روز اور میری موت کو ملتوی کر دیتے کہ میں خوب صدقہ و خیرات کرکے اور نیک بن کر حاضر ہوتا۔ لیکن وہاں التوا کیسا؟ جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی۔ اور جو میعاد مقرر کر دی ہے۔ اسکے پورا ہو جانے پر ایک لمحہ کی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔

فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے۔ اور مویشی و کھیتی۔ یہ فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں، اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا۔ پ-۳-ع ۱۰۔

ابدی فلاح ان چیزوں سے نہیں ہوتی محض دنیا میں چند روزہ فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ کامیاب۔ مستقبل اور اچھا ٹھکانا چاہتے ہو تو خدا کے پاس ملے گا۔ اُسکی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

مال و اولاد دنیا کی زینت ہیں۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا o پ-۱۵-ع ۱۸۔

ترجمہ۔ مال اور بیٹے رونق ہیں دنیا کی زندگی میں اور باقی رہنے والی نیکیوں کا تیرے رب کے ہاں بہتر بدلہ ہے اور بہتر توقع ہے۔

(مطلب) مرنے کے بعد مال و اولاد وغیرہ کام نہیں آتے۔ صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں۔ جن کا اثر یا ثواب آئندہ باقی رہنے والا ہو۔ حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ o ان کلمات کو باقیات صالحات فرمایا۔ یہ محض مثال کے طور پر ہے۔ ورنہ تمام اعمال حسنہ اس میں داخل ہیں۔ موضح القرآن میں ہے۔ رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سکھایا جائے جو جاری رہے یا کوئی نیک رسم چلا جائے یا مسجد، کنواں، سرائے، باغ، کھیت وقف کر جائے۔ یا اولاد کو تربیت کرکے صالح چھوڑ جائے۔ اسی قسم کے کام ہیں۔ جن پر خدا کے ہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے اور انسان عمدہ توقعات قائم کر سکتا ہے۔ دنیا کی فانی و زائل خوشحالی پر لمبی چوڑی امیدیں باندھنا عقلمندی نہیں۔

قیامت کے دن مال و اولاد کام نہیں آئینگے

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ o اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ o پ-۱۹-ع ۹-

ترجمہ۔ جس دن نہ کام آئے کوئی مال اور نہ بیٹے۔ مگر جو کوئی اللہ کے پاس بے روگ دل لے کر آیا۔

(مطلب) یہاں کے صدقات، خیرات، اور نیک اولاد سے بھی کچھ نفع کی توقع اسی

وقت ہے۔ جب اپنا دل کفر کی پلیدی سے پاک ہو۔

بے روگ (سلیم) دل جو کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہوگا۔ وہی وہاں کام دے گا۔ نرے مال و اولاد کچھ کام نہ آئینگے اگر کافر چاہے کہ قیامت میں مال و اولاد فدیہ دے کر جان چھڑالے تو ممکن نہیں۔

لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا ط اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ ٥ پ ۲۸ - ع ۳ - (ترجمہ) ہرگز کام نہ آئینگے اُن کو اُنکے مال اور اولاد۔ اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی، وہ دوزخی ہیں اور اُسی میں پڑے رہیں گے۔

تشریح - منافق جھوٹی قسمیں کھاکر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال کو بچاتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے دوستی کے پیرایہ میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پاسکتے۔ سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے۔ اور جب سزا کا وقت آئے گا۔ اللہ کے ہاتھ سے کوئی بچا نہیں سکے گا۔ نہ مال کام آئے گا۔ نہ اولاد۔ جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے تھے۔

مال و اولاد کی کثرت قرب الٰہی کی علامت نہیں ہے

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ٥ پ ۲۲ - ع ۱۱ - ترجمہ - اور نہیں ہیں تمہارے مال اور اولاد کہ نزدیک کردیں ہمارے پاس تمہارا درجہ۔ جو کوئی یقین لایا اور بھلا کام کیا سو اُن کے لئے ہے بدلہ دُونا۔ اُن کے کئے کام کا اور وہ جھروکوں میں دل جمعی سے بیٹھے ہیں۔

(مطلب) مال و اولاد کی کثرت قرب الٰہی کی علامت نہیں ہے اور نہ قرب حاصل کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس کافر کے حق میں دوری کے زیادہ ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ بہرحال وہاں مال و اولاد کی کوئی پوچھ نہیں۔ محض ایمان و عمل صالحہ کی پرسش ہے

کام کرنے پر جتنے اجر کا حقدار ہے۔ اس سے زائد بدلہ ملے گا۔ کم از کم دس گنا اور زیادہ ہو تو سات سو گنا۔ بلکہ اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ جسکی کوئی حد نہیں۔

کافروں کے مال اور اولاد دیکھ کر تعجب نہ کریں

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ط اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ٥ پ ۱۰ - ع ۱۳ (ترجمہ) سو تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ اُن کو عذاب میں رکھے۔ اُن چیزوں کی وجہ سے دُنیا کی زندگی میں اور نکلے اُنکی جان اور وہ کافر ہی رہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں۔ یہ تعجب نہ کر کہ اللہ نے بے دین کو نعمت کیوں دی؟ بے دین کے حق میں اولاد و مال وبال ہے۔ کیونکہ ان کے پیچھے دل پریشان رہے اور اُنکی فکر سے چھوٹنے نہ پائے۔ مرتے دم تک، یہانتک کہ یا توبہ کرے یا نیکی اختیار کرے۔

تشریح - کافروں کے حق میں مال و اولاد کی نعمتیں بڑا عذاب ہے۔ جس طرح ایک لذیذ اور خوشگوار غذا تندرست آدمی کی صحت و قوت کو بڑھاتی ہے۔ اور یہ فاسد الاخلاط مریض کو ہلاکت سے قریب تر کر دیتی ہے۔ یہی حال ان دنیوی نعمتوں مال و اولاد وغیرہ کا سمجھو۔ ایک کافر کے حق میں یہ چیزیں سوئے مزاج کی وجہ سے زہر ہلاہل ہیں۔ چونکہ کفار دُنیا کی حرص و محبت میں غریق ہوتے ہیں۔ اس لئے اوّل اس کے جمع کرنے میں بے حد کوفت اُٹھاتے ہیں۔ پھر ذرا نقصان یا صدمہ پہنچ گیا تو جس قدر محبت ان چیزوں سے ہے اسی قدر غم سوار ہوتا ہے اور کوئی وقت اس کے فکر و اندیشہ اور اُدھیڑ بن سے خالی نہیں جاتا۔ پھر جب موت ان محبوب چیزوں سے جُدا کرتی ہے۔ اس وقت کے صدمے اور حسرت کا اندازہ کرنا تو مشکل ہے۔ غرض دنیا کے عاشق اور حریص کو کسی وقت حقیقی چین اور اطمینان میسّر نہیں۔

ہاں مومنین جو دولت اور اولاد کو معبود اور زندگی کا اصلی نصب العین نہیں سمجھتے

چونکہ اُن کے دل میں حب دُنیا کا مرض نہیں ہوتا۔ اس لئے یہی چیزیں انکے حق میں نعمت اور دین کی اعانت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ علاوہ ازیں اکثر کفار کثرت مال و اولاد پر مغرور ہو کر کفر و طغیان میں اور زیادہ شدید ہو جاتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ٥ پ ۳ - ع ۱۰ - (ترجمہ) - بے شک جو لوگ کافر ہیں۔ ہرگز کام نہ آئیں گے اُن کے مال اور اُن کی اولاد۔ اللہ کے سامنے کچھ اور وہی ہیں ایندھن دوزخ کے۔

یعنی کافروں کو کوئی چیز دنیا و آخرت میں خدائی سزا سے نہیں بچا سکتی۔

قرآنی مثالیں۔ ابولہب کا انجام

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ٥ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ٥ پ ۳۰ - ع ۳۶ - (ترجمہ) ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے، اور ٹوٹ گیا وہ آپ، کام نہ آیا۔ اس کو مال اُس کا اور نہ جو اس نے کمایا۔

(مطلب) ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا۔ لیکن اپنے کفر و شقاوت کی وجہ سے حضورؐ کا شدید ترین دشمن تھا جب آپؐ کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا۔ حتیٰ کہ آپؐ کے پائے مبارک لہولہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا لوگو! اس کی بات مت سُنو۔ یہ شخص (معاذ اللہ) جھوٹا بے دین ہے۔

ایک مرتبہ حضورؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر سب کو پکارا۔ آپؐ کی آواز پر تمام لوگ جمع ہو گئے آپؐ نے نہائیت مؤثر پیرایہ میں اسلام کی دعوت دی۔ ابولہب بھی موجود تھا۔ کہنے لگا تو برباد ہو جائے کیا ہم کو اسی بات کیلئے جمع کیا تھا؟ اس نے اپنے ہاتھوں میں پتھر اُٹھایا کہ آپؐ کی طرف پھینکے۔ غرض اسکی شقاوت اور حق سے عداوت انتہا کو پہنچ چکی تھی اس پر جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا اگر سچ مچ یہ بات ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے ان سب کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ اس کی بیوی اُم جمیل کو بھی آنحضرتؐ سے بہت ضد تھی۔ یہ بھی اسکی

معاون تھی۔ اس موقعہ پر بتلا دیا کہ مرد ہو یا عورت اپنا ہو یا بیگانہ، بڑا ہو یا چھوٹا جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا۔ وہ آخرکار ذلیل و تباہ اور برباد ہو کر رہے گا۔ پیغمبر کی قرابت قریبہ بھی کچھ کام نہ آئے گی۔ یہ ابولہب گیا ہاتھ جھٹک کر باتیں بنانا اور اپنی قوت بازو پر مغرور ہو کر خدا کے مقدس و معصوم رسول کی طرف دست درازی کرتا ہے۔ سمجھ لے کہ اب اس کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔ اس کی سب کوششیں حق کے دبانے کی برباد ہو چکیں۔ اس کی سرداری ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ اس کے اعمال اکارت ہوئے۔ اس کا زور ٹوٹ گیا اور وہ خود تباہی کے گڑھے میں پہنچ چکا۔

قارون کا خاتمہ

اسی طرح قارون جب لباس فاخرہ پہن کر بہت سے خدم و حشم کے ساتھ بڑی شان و شکوہ اور ٹیپ ٹاپ سے نکلا تو طالبین دنیا کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ کہنے لگے۔ کاش ہم بھی دنیا میں ایسی ترقی اور عروج حاصل کرتے۔ جو اس کو حاصل ہوا ہے۔ بے شک یہ بڑا ہی صاحب اقبال اور بڑی قسمت والا ہے۔ سمجھدار اور ذی علم لوگوں نے کہا۔ کم بختو اس فانی چمک دمک میں کیا رکھا ہے۔ جو تم سمجھے جاتے ہو۔ مومنین صالحین کو اللہ کے ہاں جو دولت ملنے والی ہے۔ اس کے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ محض ہیچ اور لاشئے ہے۔ اتنی بھی نسبت نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے

فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ۝ پ۲۰ ع۱۱۔ (ترجمہ) پھر دھنسا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔ پھر نہ ہوئی اس کی کوئی جماعت جو مدد کرتی اس کی اللہ کے سوا اور نہ وہ خود مدد لا سکا۔

یعنی نہ کوئی دوسرا اپنی طرف سے مدد کو پہنچا۔ نہ یہ کسی کو بلا سکا۔ نہ اپنی ہی قوت کام آئی۔ نہ دوسروں کی۔

جو لوگ قارون کی ترقی کو دیکھ کر کل یہ آرزو کر رہے تھے کہ کاش ہم کو بھی ایسا عروج حاصل ہوتا۔ آج یہ اس کا برا انجام دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ اب ان کو ہوش آیا کہ ایسی دولت حقیقت میں ایک خوبصورت سانپ ہے۔ جس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے۔ کسی شخص کی دنیوی ترقی و عروج کو دیکھ کر ہم کو ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہیئے کہ اللہ کے ہاں وہ کچھ عزت و وجاہت رکھتا ہے۔ یہ چیز کسی بندے کے مقبول مردود ہونے کا معیار نہیں۔ بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ محض مال و زر کی ترقی سے حقیقی فلاح و کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالےٰ نے شیطان کو پورا اختیار دے دیا ہے۔ جب اس نے بندوں کو سیدھے راستہ سے بہکانے کی مہلت مانگی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ جا جتنا زور لگا سکتا ہے لگا لے۔ یہاں بھی تیرے اور تیرے ساتھیوں کیلئے جیل خانہ ہے۔

وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝ پ۱۵ ع۷۔ (ترجمہ) اور ساجھا کر اُن سے مال و اولاد میں اور وعدے دے ان کو۔ اور شیطان سوائے دغا بازی کے اُن سے کچھ وعدہ نہیں کرتا۔

خدا نے فرمایا۔ یعنی دل میں ارمان نہ رکھ، ان کو ہر طرح ابھار کہ مال و اولاد میں تیرا حصہ لگائیں۔ یعنی یہ چیزیں ناجائز طریقہ سے حاصل کریں اور ناجائز کاموں میں خرچ کریں۔ شیطان جو سبز باغ دکھاتا ہے۔ اس سے فریب کھانا احمق کا کام ہے۔ اس کے سب وعدے دغابازی اور فریب سے ہیں۔

دنیا کی حقیقت

اِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ پ۲۷ ع۱۹۔

(ترجمہ) جان رکھو۔ دنیا کی زندگی یہی کھیل اور تماشا اور بناؤ ہے۔ آپس میں مال اور اولاد کی بہتات پر فخر کرنا۔

(مطلب) آدمی کی اول عمر میں کھیل چاہیئے۔ پھر تماشا، پھر بناؤ سنگار اور فیشن۔ پھر ساکھ بڑھانا اور نام و نمود حاصل کرنا۔ پھر موت کے دن قریب آئیں تو مال و اولاد کی فکر کہ میرے پیچھے گھر بنا رہے اور اولاد آسودگی سے زندگی بسر کرے۔ مگر یہ سب ٹھاٹھ سامان فانی اور زائل ہیں۔ دنیا فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں۔ وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا۔ یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ چیز کما کر لے گیا۔ سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے مالک کی خوشنودی و رضامندی اور جو دولت ایمان سے تہیدست رہا۔ اور جو کفر و عصیان کا بوجھ لے کر پہنچا۔ اس کے لئے سخت عذاب اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کی اس کے لئے جلد یا بدیر دھکے مکے کھا کر معافی ہے۔ دنیا کا خلاصہ وہ تھا۔ آخرت کا یہ ہوا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَّأَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝ پ۲۲ ع۱۰۔ (ترجمہ) اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا۔ مگر کہنے لگے ہیں۔ وہاں کے آسودہ لوگ جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور کہنے لگے ہم زیادہ ہیں مال اور اولاد میں اور ہم پر آفت نہیں آنے والی۔

(مطلب) اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دی گئی کہ آپؐ رؤسائے مکّہ کے انحراف و سرکشی سے مغموم نہوں ہر زمانہ میں پیغمبروں کا مقابلہ ایسے ہی بدبخت رئیسوں نے کیا ہے۔ دولت و ثروت کا نشہ اور اقتدار طلبی کا جذبہ آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے گردن جھکانا اور چھوٹے آدمیوں کے برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی لیئے انبیاءؑ کے اوّل متبعین عموماً ضعیف و مسکین لوگ ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا ہم سے خوش اور راضی ہے۔ ورنہ اتنا مال و اولاد کیوں دیتا۔ جب وہ خوش ہے تو ہم کو کسی آفت کا اندیشہ نہیں۔ تم عذاب کی فضول دھمکیاں دیتے ہو

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُونَ ۝ پ۱۸ ع۴

(ترجمہ) کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ جو ہم ان کو دیئے جاتے ہیں مال اور اولاد، سو دوڑ دوڑ کر ہم ان کو پہنچا رہے ہیں بھلائیاں۔ یہ بات وہ سمجھتے نہیں۔

(مطلب) اُن کا خیال تھا کہ اگر ہم خدا کے ہاں مردود و مبغوض ہوتے۔ تو یہ مال و دولت اور اولاد وغیرہ کی بہتات کیوں ہوتی؟ سمجھتے نہیں کہ مال و اولاد کی یہ افراط اُنکی فضیلت اور کرامت کی وجہ سے نہیں۔ اہمال و استدراج کی بنا پر ہے۔ جتنی ڈھیل دی جا رہی ہے۔ اسی قدر اس کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ پ-۹-ع-۱۳ (ترجمہ) اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے۔ ایسی جگہ سے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اور میں ان کو ڈھیل دوں گا۔ بے شک میرا داؤ پکا ہے۔

(مطلب) جھٹلانے والے مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ دنیوی عیش اور فراخی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے فکر ہو کر جرم کرنے پر زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں۔ یہی خدا کی ڈھیل ہے۔ وہ حماقت اور بے وقوفی سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے۔ اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ

دُنیا میں ساری رونق اقتصادی و مالی نظام ہی سے ہے۔ کیونکہ ساری ضروریات مال ہی سے پوری ہوتی ہیں ساری خواہشات اور آرزوؤں کی تکمیل اسی سے ہوتی ہے۔ مال کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ انتہا یہ ہے کہ یہ خدا سے ملا دیتا ہے۔ مساجد اسی سے تعمیر ہوتی ہیں۔ حج اسی سے ہوتا ہے۔ زکوٰۃ اسی سے دی جاتی ہے۔ گنبد خضریٰ کی زیارت اسی کے توسّط سے ہوتی ہے۔

اسلام نے مال کی تنقیص تو ضرور کی ہے۔ مگر اس مال کی جو ناجائز طریقہ سے کمایا گیا ہو اور ناجائز کاموں میں صرف ہو اور غفلت پیدا کرے

یوں تو دنیا کی بُرائی کا ذکر جا بجا ہے۔ مگر یہی دنیا مزرعۃ الآخرۃ ہے۔ اور یہیں کیئے ہوئے اعمال سے جنت اور خوشنودیٔ رب قدیر خریدی جا سکتی ہے

مال بُرا نہیں۔ اس کا استعمال اسے بُرا کر دیتا ہے۔ تلوار بہت اچھی ہے۔ اگر وہ ذاتی تحفظ مظلوم کی حمایت کے لئے ہو۔ تلوار بہت بُری ہے۔ اگر اس سے ناحق خونریزی کی جائے۔ کمزوروں کو دبایا جائے اور اپنے گلے پر پھیر لی جائے۔

یہی صورت مال کی ہے۔ اسلام نے بجا طور پر اسے زینتِ حیوٰۃ۔ قیامِ معیشت اور فضل و رحمت کے نام سے موسوم کیا ہے۔

اسلام دولت کو معیشت کا ستون اور آرائش حیات دنیوی بتلاتا ہے۔ ترک دنیا حرام ہے۔ قرآن میں دولت کو اٹھائیس جگہ فضل۔ اکیس جگہ خیر اور بارہ جگہ رحمت اور حسنہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ کمانے کی ترکیب افضل الجہاد اور افضل العبادات بتلا کر ظاہر کی ہے۔

اسلام نے اس بات پر نہایت زور دیا ہے کہ جائز اور حلال طریقہ سے روزی کماؤ۔ اس کو بے جا خرچ نہ کرو۔ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔ نہ تو اتنا خرچ کرو کہ تم فقیر ہو جاؤ اور نہ اتنا بخل کرو کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں۔ اگر روپیہ جمع کرو تو سب کے حقوق ادا کرو۔ اللہ کی راہ میں اخلاص اور نیک نیتی سے طیب مال خرچ کرو۔ تو اللہ تمہاری کوتاہیوں کو معاف کر دے گا۔

اسی طرح اولاد وہی اچھی ہے۔ جو سعادتمند ہو۔ اپنے والدین کے لئے باقیات صالحات بنے۔

ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے۔ سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے) مار سے، جس طرح ہو سکے دیندار بنانے کی کوشش کرے۔ اس پر بھی اگر وہ راہ راست پر نہ آئیں تو ان کی کم بختی، یہ بے قصور ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ جسکی چھپٹیاں آدمی اور پتھر ہیں۔ پ۲۸ ع-۱۹-

وما علینا الا البلاغ

تنظیم فضلاء دار العلوم دیوبند (ضلع ہزارہ)

دار العلوم دیوبند نے فضلاء دار العلوم دیوبند کے پیہم اصرار کی بناء پر ابتلئے دار العلوم دیوبند کی ضلع وار تنظیم شروع کر دی ہے ضلع ہزارہ کے فضلاء دار العلوم کی تنظیم کی ذمہ داری جناب مولانا عبد القیوم صاحب نے قبول فرمالی ہے مولانا موصوف نے ضلع ہزارہ کے فضلاء دار العلوم کا اجتماع ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۹ء مطابق ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ یوم شنبہ کو بمقام جامع مسجد ہری پور ضلع ہزارہ میں طلب فرمایا ہے تمام فضلاء دار العلوم ضلع ہزارہ کے نام دعوت نامے جاری کر دیئے گئے ہیں جن حضرات کو دعوت نامے نہ مل سکیں وہ اسی خبر کو دعوتنامہ تصور فرمائیں اور اجتماع میں ضرور بالضرور شرکت فرمائیں۔

غیر اضلاع کے جو فضلاء دار العلوم دیوبند ضلع ہزارہ میں مقیم ہیں وہ بھی تنظیم کے سلسلہ میں ضلع ہزارہ کے باشندے شمار ہوں گے۔ عزیز احمد قاسمی دفتر جلسہ دستار بندی دار العلوم دیوبند

محمد شفیع عمر الدین

سفارش

(قسط دوم)

کافروں

نے تعلق باللہ کو خراب کر لیا ہے۔ اس لیئے اللہ اُن سے راضی نہیں، ان کے دوزخ سے چھٹکارا کے لیے کوئی سفارش قبول نہ کی جائے گی۔

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ۔

(المدثر - ایت ۴۸)

ترجمہ: پس اُن کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔

مشرک!

کے لیئے بھی کافر کی طرح کوئی سفارش کرنے والا نہ ملے گا۔ کوئی قریبی دوست مددگار نہ ہوگا۔

فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ ۙ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ۝

(الشعرآء آیت ۱۰۰ - ۱۰۱)

ترجمہ:۔ پھر کوئی ہماری سفارش کرنے والا نہیں اور نہ کوئی مخلص دوست ہے، ابلیس اور اُس کا لشکر اور اس کے پیرو سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ آپس میں جھگڑیں گے کہ اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں، اور غم خوار دوست بھی نہیں جو اس عذاب میں غمخواری کے دو لفظ کہہ کر ڈھارس بندھا دے۔

اس دن ان کو بڑی ناامیدی ہوگی۔ وَلَمْ يَكُن لَّهُم مِّن شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاءُ وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ ۝

(الروم آیت - ۱۳)

ترجمہ:۔ اور اُن کے معبودوں میں سے کوئی اُن کی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور اپنے معبودوں سے منکر ہو جائینگے۔

یعنی اس آڑے وقت میں جب دیکھیں گے کہ ان کے باطل معبود کسی کام کے نہیں تو اس وقت اُن سے بیزاری کا اظہار کریں گے کہ ہم اُن کی پوجا کرنے والے نہ تھے۔ مگر وہ جہان تو اعمال کے بدلے ملنے کا ہے جو ادھر بویا ہے وہ ادھر کاٹتا ہے۔ اُس وقت کی بیزاری کسی کام نہ آئے گی۔ اگر حالت سدھارنی تھی تو موت سے پہلے سدھارتے۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔

(الزخرف آیت ۸۶)

ترجمہ:۔ اور جنہیں وہ اس کے سوا پکارتے ہیں انہیں تو شفاعت کا بھی اختیار نہیں۔

ہاں جن لوگوں نے حق بات کا اقرار کیا تھا اور تصدیق بھی کرتے تھے۔ (موضح القرآن) "یعنی اتنی سفارش کر سکتے ہیں کہ جس نے کلمہ اسلام کہا اُن کی خبر میں اس کی گواہی دیتے ہیں۔ بغیر کلمہ اسلام کسی کے حق میں نہیں کہہ سکتے سو اتنی سفارش بھی نیک کرینگے۔

ظالموں

کو بھی اللہ سے ڈر کر ظلم سے باز آ جانا چاہیئے۔ انہیں بھی کل کو کوئی سفارش کرنے والا یا حمایتی نہ ملے گا۔

مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۚ (المومن آیت ۱۸)

ترجمہ:۔ ظالموں کا کوئی حمایتی نہیں ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔

حاشیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ) "قیامت کا دن ایسا خطرناک ہوگا اور ظالموں کو نہ کوئی دوست اور نہ کوئی شفیع ملے گا۔

اپنے دین کو کھیل تماشا بنانے والے

کو بھی قیامت کے دن کوئی دوست اور سفارش کرنے والا نہ ملیگا۔

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِن تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ (الانعام آیت ۷۰)

ترجمہ:۔ اور انہیں چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے۔ اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکا دیا ہے۔ اور انہیں قرآن سے نصیحت کر۔ تاکہ کوئی اپنے کیئے میں گرفتار نہ ہو جائے۔ کہ اس کے لیئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔

اور اگر دُنیا بھر کا معاوضہ بھی دیگا۔ تب بھی اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کیئے میں گرفتار ہوئے۔ ان کے پینے کے لئے گرم پانی ہوگا، اور اُن کے کفر کے بدلہ میں، دردناک عذاب ہوگا۔

حاصل یہ نکلا کہ

۱۔ ان سے صحبت نہ رکھو جنہوں نے دین کو کھیل و تماشا بنا رکھا ہے۔

۲۔ دنیا کی زندگانی پر فریفتہ ہو کر آخرت کو بھول گئے ہیں۔

۳۔ مگر انہیں قرآن کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہیئے۔ تاکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں۔

۴۔ اُن کے لیئے بجز خدا کوئی دوست اور شفاعت کرنے والا نہیں۔ اس لیئے انہیں تعلق باللہ درست کر لینا چاہیئے۔

۵۔ جب اپنے گناہوں کی شامت میں عذاب میں گرفتار ہوں گے تو معاوضہ دیکر چھوٹنا بھی ممکن نہ ہوگا۔

۶۔ اپنے کفر کے باعث یہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ انہیں پینے کو گرم پانی اور درد دینے والا عذاب ہوگا۔

حدیث: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کافر کو لایا جائیگا اور اُسکو کہا جائے گا بھلا دیکھ تو اگر تیرے پاس زمین بھر سونا ہو تو کیا (اس وقت) تو اپنی خلاصی کے لیئے دے دیگا۔ وہ کہیگا،

ہاں

اس وقت اس سے کہا جائے گا کہ (دنیا میں) تو تجھ سے آسان کام طلب کیا گیا تھا (لیکن تو نے نہیں کیا)۔ (بخاری کتاب الرقاق)

لہٰذا عقلمند کو چاہیئے

قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور فضیحتوں سے ڈر کر قرآن کریم کو اپنا دستور العمل بنا لے، اور اپنا تعلق باللہ درست کر لے۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۔ (البقرۃ آیت ۴۸)

ترجمہ:۔ اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔ اور نہ اُن کے لیے کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ اس کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا، اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔

حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ "جب کوئی کسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے رفیق اکثر یہی کیا کرتے ہیں کہ اوّل تو اس کے ادائے حق لازم میں کوشش کرتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا تو سعی و سفارش سے بچانے کی تدبیر کرتے ہیں۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر تاوان و فدیہ دے کر چھڑاتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو بالآخر اپنے مددگاروں کو جمع کر کے بزور پرخاش اس کی نجات کی فکر کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسی ترتیب کے موافق ارشاد فرمایا کوئی شخص گو کیسا ہی مقرب، خداوندی ہو مگر نافرمان عدو اللہ کافر کو کسی صورت سے نفع نہیں پہنچ سکتا۔ بنی اسرائیل کہتے ہیں ہم کیسے ہی گناہ کریں ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ ہمارے باپ دادا جو پیغمبر ہیں ہمیں بخشوا لیں گے سو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے، اس سے اس شفاعت کا انکار نہیں نکلتا جس کے اہل سنت قائل ہیں اور جو دیگر آیات میں مذکور ہے۔

لہٰذا اُس دن

سے ڈر کر گناہوں سے بچو۔ اور پرہیزگاری اختیار کرو۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ (الانعام آیت ۵۱)

ترجمہ:۔ اور اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرا جنہیں اس کا ڈر ہے۔ کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے۔ اس پر اللہ کے سوا اُن کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔

صحیح معنیٰ میں پرہیزگار وہ ہے، جو قرآن کریم کو اپنا دستور العمل بنائے۔ اور نیکی کرنے والا ہو۔ گناہوں سے بچنے والا ہو۔

"یہی نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو۔ بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے، اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور اس کی محبت میں رشتہ داروں۔ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں اور گردنوں کے چھڑاتے میں مال دے اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ جب وہ عہد کر لیں اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔ یہی سچے اور یہی پرہیزگار ہیں (البقرۃ آیت ۷۷)"

اب سنبھلنے کا وقت ہے اگر آج اس نے تعلق باللہ درست نہ کر لیا۔ تو وہ قیامت کے دن یہ

آرزو

کرے گا۔ کہ دنیا میں واپس لوٹنے کی کوئی سبیل نکل آئے۔ مگر یہ ممکن نہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ

(الاعراف آیت ۵۳)

ترجمہ:۔ اُن لوگوں کے لیئے جو ایمان لے آئے ہیں، انہیں اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف آخری نتیجہ کا انتظار ہے۔ جس دن اس کا نتیجہ سامنے آ جائے گا۔ اس دن جو اس سے پہلے بھولے ہوئے تھے۔ کہیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے رسولؐ سچی باتیں لائے سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے جو ہماری سفارش کرے۔ یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جا سکتے ہیں۔ تاکہ ہم اُن اعمال کے خلاف جنہیں کیا کرتے تھے دوسرے اعمال کریں۔

مگر مر کر دوبارہ دنیا میں لوٹنا اور نیک عمل بجا لانا ممکن نہیں جو کرنا ہے وہ آج ہی کر لو۔ کل کو مرنے کے بعد یہ بات کہاں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فہم سلیم عطا کرے اور ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب کرے۔ (آمین)

بقیہ مصائب میں جائے پناہ

صہ۱۲ سے آگے

اللہ تعالیٰ کے دربار میں مجھے حق مل کر رہے گا۔

راہ نمائی توحید

عقیدۂ توحید کا یہ خاصہ ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے دروازہ کی طرف راہ نمائی کرے۔ چنانچہ اس سورۃ میں اسی جذبہ کی تکمیل کا سبق دیا گیا ہے۔ کہ انسان طبعاً اپنی مظلومی میں مربی یا بادشاہ یا معبود کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ تو ایک توحید پرست مربی۔ بادشاہ اور معبود حقیقی فقط خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کو سمجھتا ہے لہٰذا اس کی دوڑ سوائے رب السموات والارض کے دروازہ کے اور کہیں نہیں ہوگی۔ اور وہی اس پرانے بدترین دشمن شیطان لعین سے اسے بچائیگا۔ فنعم المولیٰ ونعم النصیرہ

عزیز بچّو! آج کی فرصت میں "غزوۂ اُحد" کے واقعات عرض کرنا ہوں۔ ان واقعات کو غور و خوض سے پڑھیئے اور اپنے اندر ہمت مردانگی کے خصائلِ جمیلہ اور اوصافِ حمیدہ پیدا کر لیجئے

واقعات سنیئے

مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے جسے "جبلِ اُحد" کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ جبلِ اُحد کے درمیان میں ایک جگہ نیم دائرے یا محراب کی سی شکل کا ایک وسیع میدان بن گیا ہے۔ اُحد کے جنوبی دامن میں وادی قناۃ ہے۔ وادی قناۃ کے نیچے یعنی جنوب جَبَل الرّماۃ ہے۔ غزوۂ اُحد میں یہاں تیر اندازوں کو متعین کیا گیا تھا۔

جنگِ بدر میں شکست کی بدنامی کا داغ دھونے اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں کے قتل کا بدلہ لینے کے لیئے قریش مکّہ نے زبردست تیاری شروع کی ابوسفیان کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ مشرکین مکّہ اور عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا گیا سال بھر سازوسامان فراہم ہوتا رہا۔ آخرکار ۳ھ میں تین ہزار کا ایک لشکر تیار ہو گیا جس میں سات سو زرہ پوش تھے اور دو سو گھوڑ سوار، ڈھول، باجے، تاشے، شراب کے مٹکے لشکر کے ساتھ تھے۔ سرداروں کی بیویاں بھی ہمراہ تھیں تاکہ بہادری سے لڑنے پر اکساتی رہیں۔ قریش کو اپنی طاقت و قوت اور سازوسامان پر بڑا ناز تھا۔ ابوسفیان تین ہزار کا مسلح لشکر لے کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیئے مدینے کی طرف چل دیا۔ برق رفتاری سے منزلیں طے کرتے ہوئے لشکرِ قریش نے مدینے سے آگے بڑھ کر اُحد پہاڑ کے پاس ڈیرے ڈالے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے جاسوس مقرر فرما دیئے تھے۔

جب ابوسفیان اپنے لاؤ لشکر کو لے کر مکّے سے روانہ ہوا تو آپ صلعم کو خبر پہنچ چکی تھی۔ آپ صلعم نے صحابہ کرام رض سے مشورہ کیا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا، کہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے اس فیصلے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور گھر سے اپنا جنگی لباس پہن کر باہر تشریف لائے لوگوں کو نمازِ جمعہ پڑھائی اور جم کر مقابلہ کرنے اور مصائب و آلام کو بہادری کے ساتھ برداشت کرنے کی تلقین فرمائی۔

پھر اپنی فوج کو اُحد کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ جب اسلامی فوج شہر سے باہر جمع ہوئی تو آپ صلعم نے رضاکارانِ اسلام کا معائنہ فرمایا۔ کم عمر بچّوں کو واپس بھیج دیا۔ البتہ عورتوں کی کافی تعداد ساتھ رکھی گئی جو لڑائی کے وقت زخمیوں اور دیگر سپاہیوں کی خدمت کرتی رہیں۔ اُن میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض بھی تھیں۔ جو مشکیزے بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

مسلمانوں کی تعداد تقریباً سات سو تھی۔ نکلے تو ایک ہزار تھے۔ لیکن منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اُن کی ہمتوں کو پست کرنے کے خیال سے تین سو ہمراہیوں کو لے کر راستے سے لوٹ گیا۔ صرف ایک سو مسلمانوں کے پاس زرہیں تھیں۔ پچاس سوار اور پچاس تیرانداز تھے۔ پہلے دن اسلامی فوج اسی مقام پر ٹھہری رہی، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا معائنہ کیا۔ شب خون سے بچاؤ کے لیئے رات کیوقت پچاس رضاکار گشت کرتے رہے۔

دوسرے دن ہفتہ تھا، صبح سویرے ہی اسلامی فوج نے پیش قدمی شروع کی، اور آگے بڑھ کر جبلِ اُحد کے وسیع میدان کے اندر پڑاؤ ڈالا۔ یہ بہترین اور محفوظ ترین جگہ تھی۔

اسلامی لشکر کے پیچھے پہاڑ کی ایک گھاٹی تھی اور یہ ڈر تھا کہ دشمن پیچھے سے وادی قناۃ کے راستے سے آکر حملہ نہ کردے اس حملے سے بچاؤ کے لیئے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن جُبیر رض کی قیادت میں حکم دیا کہ وہ اس گھاٹی کی حفاظت کریں اور مسلمانوں کو خواہ فتح ہو یا شکست اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ انہی تیراندازوں کی نسبت سے اب اس گھاٹی والے پہاڑ کو جَبَلُ الرُّماۃ کہتے ہیں۔

اس دن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں، اور جھنڈا حضرت مصعب رض بن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔

مشرکین مکّہ کا سپہ سالار ابوسفیان تھا اور رسالہ کی کمان خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔

جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد کی۔ کفّار نے کئی بار آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر ہر مرتبہ منہ کی کھا کر پسپا ہونے پر مجبور ہوگئے۔ خالد بن ولید کا رسالہ آگے بڑھا تو مسلمان تیراندازوں نے خالد کے گھوڑ سواروں کے منہ پھیر دیئے مسلمانوں کے شہسوار حضرت زبیر رض کی سرکردگی میں تیراندازوں کی معاونت کر رہے تھے۔ خالد کا رسالہ بُری طرح پسپا ہُوا۔ کفّار کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

جب گھاٹی والے تیر اندازوں نے کافروں کو دُم دبا کر بھاگتے دیکھا تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر مال و اسباب جمع کرنے کے لیئے بھاگے۔ اُن کے سالار حضرت عبداللہ بن جبیر رض نے بہتیرا سمجھایا، لیکن فتح کی خوشی میں وہاں کون سنتا تھا؟ تیرانداز بھی گھاٹی خالی کرکے مالِ غنیمت جمع کرنے لگے۔ خالد نے گھاٹی کو تیراندازوں سے خالی پایا تو موقع غنیمت سمجھ کر مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کردیا۔ اس اچانک حملے سے مسلمان گھبرا گئے۔ خالد کا

ایڈیٹر، عبد المنان چرھان

شرح چندہ
سالانہ ۔۔۔۔۔ ۱۱ روپے ، ششماہی ۔۔۔۔ ۶ روپے
سہ ماہی ۔۔۔۔ ۳ روپے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم و جیل
مغربی پاکستان

رجسٹرڈ
ایل نمبر
۶۰۴۷

رسالہ مسلمانوں کو تیروں اور نیزوں سے زخمی کرنے لگا۔ مسلمان بڑے پریشان ہوئے۔ پریشانی اور اضطراب کے عالم میں مسلمانوں کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے نرغے میں آ گئے اور یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جام شہادت نوش فرما لیا ہے ادھر اس افواہ نے مسلمانوں پر مایوسی کا عالم طاری کر دیا، اور حضرت عمر فاروق رض پکار اُٹھے

"آپ کے بعد زندہ رہنا بے کار ہے۔ اے مسلمانو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تم بھی خدا کی راہ میں جام شہادت نوش کرو"

ادھر چند جان نثار اور فداکار آپ کے گرد پروانوں کی طرح گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ باوجود اس کے کہ شمع رسالت کے یہ پروانے تیروں اور نیزوں کے خلاف سپر کا کام دے رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔

آپ کے سر مبارک پر زخم آیا۔ ستر مسلمان شہید ہو گئے۔ آپ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رض بھی شہید ہو گئے۔ اتنے میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خبر پھیل گئی۔ بکھرے ہوئے اور منتشر مسلمان جمع ہونے لگے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کے اوپر جس جگہ آرام فرما رہے تھے پہنچ گئے۔ اس اجتماع کو دیکھ کر دشمن کے کچھ آدمی مسلمانوں کی طرف بڑھے مگر مسلمان بلندی پر تھے۔ انہوں نے کفار پر سنگباری کی۔ دشمن بھاگ گئے اور اپنے واپس جانے والے ساتھیوں کے پیچھے کئے روانہ ہوئے۔ مسلمان شہیدوں کو دفن کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ دس میل تک اُن کا تعاقب کیا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ اب وہ مدینہ پر دوبارہ حملہ آور نہیں ہوں گے تو آپ مدینے واپس آ گئے۔ اس جنگ میں تینتیس ۳۳ کافر مارے گئے تھے۔ کفار اور مشرکین کی عورتوں نے بھی جنگ میں حصہ لیا، وہ اپنے سپاہیوں کو لڑنے پر اُکساتی اور برانگیختہ کرتی تھیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی جنگ میں شریک تھی۔ حضرت حمزہ رض کی شہادت کے بعد اُس نے اُن رض کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال لیا اور منہ میں ڈال کر چبانا چاہا۔ اس جنگ میں مسلمان عورتوں نے بھی بڑی بہادری دکھائی۔ حضرت فاطمہ رض نے پیارے باپ کے زخموں کو دھویا۔ سر کا خون تھمتا نہ تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر رکھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض مشکیزے میں پانی لا کر زخمیوں کو پلاتی تھیں۔

یہ جنگ فیصلہ کن نہ تھی۔ کوئی فریق ہمت ہار کر میدان نہ چھوڑ گیا تھا، نہ کسی فریق کو پوری فتح ہوئی اور نہ کسی کو مکمل شکست۔ البتہ سبق اور درس عبرت دونوں فریقوں کو مل گیا۔ ایک طرف تو مسلمانوں کو تنبیہہ کر دی گئی کہ رسول خدا کی اطاعت و فرمانبرداری میں دین و دنیا کی کامرانی اور سعادت مندی مضمر ہے۔ آپ کی نافرمانی اور حکم عدولی میں ہلاکت، بربادی اور تباہی ہے۔ دوسری جانب مشرکین اور کفار پر ثابت کر دیا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے لاؤلشکر اور ساز و سامان کے باوجود بھی شکست نہیں دی جا سکتی۔ اور یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا ہو گا، اور فتح و نصرت اور غلبہ مسلمانوں کو حاصل ہو گا۔

عزیز بچو! اس غزوہ سے تم مختلف اسباق حاصل کر سکتے ہو۔

(۱) دین و دنیا کی ظفریابی اور کامیابی اسی میں ہے کہ ہم احکام ربانی ۲۲

۲۲ کی تعمیل اور ارشادات محمدی کا اتباع کریں۔

(۲) آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سراسر بربادی اور تباہی کا موجب ہے۔